ہیں، اگر ہم آپ اپنے اپنے ملک میں اپنے مخصوص مذہبی تعصبات اور اقتصادی نظام کو برقرار رکھیں گے۔ جب تک حب الوطنی کا جذبہ مختلف ممالک کے باشندوں کو ایک دوسرے سے علحدہ رکھے گا اور جب تک لاکھوں انسان اقتصادی رکاوٹوں سے افسردہ دل، مفلس بنے رہیں گے اور کچھ لوگ خوشحال ہوں گے، اس وقت تک اُخوت اور بھائی چارہ کا احساس کیسے ممکن ہے؟ جب مختلف اعتقادات ہم میں تفریق پیدا کرتے رہتے ہوں، جب ایک جماعت دوسرے گروہ پر غالب و حاوی رہے، جب امیروں کے ہاتھ میں طاقت ہو اور غرُبا اُس طاقت کو چھیننے کے درپے ہوں، جب زمین کی تقسیم میں اس قدر ناانصافی ہو، جب چند لوگ آسودہ اور نعمت سے مالامال ہوں اور عوام بھوکوں مریں تو ایسی صورت میں انسانی اتحاد کیسے ممکن ہے؟ مشکل تو یہ ہے کہ ان معاملات میں ہم خلوص دل سے اس لیے کام نہیں لیتے کہ زیادہ ہل چل ہم پسند نہیں کرتے۔ ہم تو صرف وہی اصلاح و ترمیم پسند کرتے ہیں جس میں ہمارا فائدہ ہو۔ اس لیے اس پر ہم کافی توجہ ہی نہیں دیتے کہ ہمارے دل کس قدر کھوکھلے ہیں اور ہم میں کتنی بے رحمی ہے۔

کیا کبھی بھی تشدد سے ہم امن حاصل کر سکتے ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ امن بتدریج حاصل ہو اور اس کے لیے کافی وقت درکار ہو؟ یقیناً محبت کا تعلق نہ تو تربیت سے ہے نہ وقت سے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کہا گیا ہے کہ پچھلی دو جنگیں جمہوری طرزِ حکومت کے استحکام کے لیے لڑی گئیں، مگر

عوام کی آزادی پہلے سے اور بھی کم ہو گئی ہے اور ایک اور زیادہ عظیم اور تباہ کن جنگ کی اب ہم تیاری کر رہے ہیں۔ آخر کیا آفت آجائے گی، اگر ہم ایسی رُکاوٹوں کو دور کر دیں جو جبر و اقتدار، پابندیٔ عقائد، قومی تفریق، یا حاکمانہ طریقوں کی وجہ سے فہم و دانش کی سد راہ ہو رہی ہیں۔ ایسی صورت میں حاکمانہ قابو سے ہم آزاد ہو جائیں گے، اور تب ہی فی الواقع ہم ایسے انسان بنیں گے جن میں باہمی اتحاد و ارتباط کا رشتہ براہ راست قائم ہو سکے گا۔ تب ہی غالباً شفقت اور عنایت کے جذبات ہمارے سینوں میں موج زن ہوں گے۔ ہر شعبۂ حیات کی طرح تعلیم کے شعبہ میں بھی ضروری ہے کہ اس میں صاحب فہم اور محبتی انسان ہوں، جن کے دل محض فقروں اور امور ذہنی سے بھرے ہوئے نہ ہوں۔ اگر زندگی کو احتیاط، سنجیدگی اور محبت کے ساتھ ہنسی خوشی گزارنا ہے تو یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو پوری طرح سمجھیں۔ اگر ہم واقعی ایک شائستہ سوسائٹی بنانا چاہتے ہیں جس میں اعلیٰ قسم کی تہذیب ہو تو ایسے معلم درکار ہیں جو زندگی کو سالم اور مکمل بنانے کی راہ و رسم سے باخبر ہوں اور جو بچوں کے دلوں پر فہم و دانش کا نقش جمانے کے اہل ہوں۔ لیکن ایسے معلم موجودہ ساخت کی سوسائٹی کے لیے خطرناک ثابت ہوں گے۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ ہم ایک ایسی روشن ضمیر سوسائٹی قائم ہی نہیں کرنا چاہتے۔ اگر کوئی معلم صلح و امن کے اصلی منشاء اور پورے مفہوم سے واقف ہو کر قومیت کے عیوب اور جنگ کی حماقت کو